کچھ المامون کی اوّلیات کے بارے میں

(از شبیر احمد خاں غوری ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی سابق رجسٹرار امتحانات عربی و فارسی اتر پردیش)

(۱)

برہان کی سابقہ اشاعت (مارچ ۱۹۷۷ء) میں جناب مولانا الحاج محمد ابرار حسین صاحب فاروقی گوپامئوی ایم۔اے علیگ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان

"خلیفہ عبد اللہ بن المعتز عباسی شہید"

شائع ہوا ہے۔ مولانا اسلامی تاریخ (اسلامک ہسٹری) بالخصوص مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے ایک جانے اور مانے ہوئے ماہر ہیں اور یہ تحقیق اُنھیں کے قلم سے کما حقہٗ ادا ہو سکتی تھی۔

ابن المعتز کی امن پسندی، سنجیدہ مزاجی اور حلم و عفو کے علاوہ مولانا نے اُس کے علمی مقام کو بھی متعین کیا ہے۔ ابن المعتز کی سخن وری اور سخن سنجی تاریخِ ادبِ عربی کا ایک مسلم واقعہ ہے۔ مولانا نے اس کی مزید توضیح کے لئے اُس کا خلیفہ مامون الرشید سے بھی موازنہ کیا ہے اور اور اس موازنہ میں بعض "محدثات" کا شرف اوّلیت مامون الرشید کو بخشا ہے۔ مولانا نے پہلے تو یہ لکھا ہے کہ جب مامون الرشید نے قیصرِ روم سے قدیم فلسفہ و حکمت کی کتابیں منگائیں تو اُس نے اپنے درباری علماء سے مشورہ کیا۔ پادریوں نے کہا کہ آپ یہ کتابیں ضرور بھیج دیں کیونکہ انھیں پڑھ کر مسلمان جیسی فعال قوم ناکارہ محض ہو کر رہ جائے گی۔ اس قصّہ کو نقل کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں۔

"غرض کہ جو کچھ راہبوں نے کہا وہ سب کچھ اسلامی دنیا میں ہوا۔ معتزلہ پیدا ہوئے۔ زندیق پیدا ہوئے۔ نجومی پیدا ہوئے غرض کہ گمراہوں کے وہ گروہ پیدا ہوتے جنھوں نے دنیائے اسلام میں ایک ہلچل مچادی"

(الف) بظاہر مولانا کے افادات کا یہی مطلب نکلتا ہے کہ مامون کی تفلسف پسندی کے نتیجے میں :-

(۱) فرقہ معتزلہ پیدا ہوا۔

(۲) زنادقہ پیدا ہوئے۔

(۳) نجومی پیدا ہوئے۔

(۴) دوسرے انقلابی ملاحدہ پیدا ہوئے

غالباً ان افادات سے تو اسلام کی فکری تاریخ کے ایک نو آموز مبتدی کو بھی اتفاق کرنے میں تامل ہوگا۔

(ب) لیکن اگر ان افادات کو کسی اور محمل پر محمول کرنا درست ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ معنیٰ مستنبط کئے جا سکتے ہیں کہ الحاد و بے راہ روی کی تحریک میں خلیفہ مامون الرشید کی تفلسف پسندی اور فلسفہ نوازی کی وجہ سے ایک نیا زور پیدا ہو گیا۔

مگر اس سلسلے میں بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس دینی و فکری بے راہ روی کی تحریک میں جو اسراع اور زور پیدا ہوا، خلیفہ مامون الرشید اُس کی "علت" تھا یا خود اُس کا "معلول" تھا اور اسلامی سماج میں عرصہ سے جس فکری بے راہ روی کا سیلاب بہتا چلا آرہا تھا اُس کے اندر اُس کی حیثیت ایک بے دست و پا تنکے سے زیادہ نہ تھی جس نے خود کو منہ زور موجوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہو۔

مامون الرشید کے عقیدت مندوں نے پہلی شق کو اختیار کیا ہے کیوں کہ انھیں اُس کے قریبی حلقوں میں

"النّاس علیٰ دین ملوکھم"

کی کارفرمائی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ لیکن اسلامی سماج کے اندر جو زیر سطحی فکری دھارے بہہ رہے تھے، اُن کے مطالعہ سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

مگر ان دونوں نظریوں پر محاکمہ سے پہلے مولانا کے افادات سے جو ظاہر معنی مستنبط ہوتے ہیں، اُن پر ایک طائرانہ نظر ڈال لینا مستحسن ہوگا۔ یہ بات اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ ان افادات کو دوسرے محمل پر محمول کر کے جو معانی مستنبط ہو سکتے ہیں، اُن کی دونوں شقوں کی تفصیل اسی تمہید کا تتمہ ہے جو (الف) کا مقتضا ہے۔

اسلام میں فکری بے راہ روی کا آغاز

اعتزال ہو یا نجوم، الحاد ہو یا زندقہ، اسلامی سماج کے لئے یہ سب چیزیں بہت کچھ یونانی فلسفہ کی دین ہیں۔ مامون الرشید ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا تھا اور فلسفہ اس سے کہیں پہلے اسلامی فکر میں داخل ہونا شروع ہو گیا تھا، نیز اُس نے موخرالذکر کو بڑی شدت سے متاثر کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

مامون سے پہلے فلسفہ

عام طور سے اسلامی فکر میں یونانی فلسفہ و حکمت کا داخلہ یا اس علم کی کتابوں کے ترجمہ کا آغاز مامون الرشید کے عہدِ حکومت میں بتایا جاتا ہے۔ زیادہ محتاط محققین اسے عباسی خلافت کے آغاز (بالخصوص دوسرے عباسی خلیفہ) (ابو جعفر منصور) کے زمانہ سے شروع کرتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ فلسفہ کے ساتھ اسلامی سماج کا انہماک عباسیوں سے کہیں پہلے (بالخصوص اموی دور ہی) سے شروع ہو گیا تھا۔

اسلام اور حکمت یونانی کی تعلیم | حصولِ علم و حکمت کی تڑپ شروع ہی سے اسلام کے مزاج میں مضمر رہی ہے۔ اُس کے "نظامِ اقدار" میں حکمت کو "خیرِ اعلیٰ" (خیرِ کثیر) قرار

دیا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے۔

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔

[اور جس کو حکمت ملی اُسے خیر کثیر ملی]

چنانچہ قرآن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کسی با جبروت شاہنشاہ کی حیثیت سے نہیں کراتا، بلکہ "معلم کتاب وحکمت" کی حیثیت سے کراتا ہے اور اس "معلم کتاب وحکمت" کی بعثت کو اُمت مسلمہ پر خدائے کریم کا احسانِ عظیم بتاتا ہے :-

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"

اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں اُنھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا ہے جو اُنھیں خدائے تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور حکمت سکھاتے اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے

اسی کا نتیجہ تھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا جہان کی نعمتوں میں سے خصوصیت کے ساتھ صرف حکمت ہی کے حصول کی ترغیب دی اور اسے مردِ مومن کی متاعِ گم گشتہ قرار دیا جسے جہاں بھی وہ ملے اُسے اس کے لے لینے کا مستحق بتایا کہ

"کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن اینما وجدھا فھو احق بھا"

اسلام کی ان بنیادی تعلیمات نے اسلامی سماج میں علم وحکمت کی ایک نہ بجھنے والی پیاس پیدا کردی اور اس بے پایاں تشنگی کا نتیجہ تھا کہ بسا اوقات وہ "آبِ زلال" اور "ماءِ کدر" کے امتیاز کی بھی زحمت نہ فرماتے وہ تو صرف "حکمت" کے جویا تھے خواہ نام ہی کی کیوں نہ۔ کچھ اسی قسم کا سابقہ مسلمان فاتحین کو اُن مفتوحہ اقوام کے ساتھ پیش آیا جو اُس گئے گذرے زمانہ میں بھی عہدِ قدیم کی "حکمتِ یونانیاں" کے امین سمجھے جاتے تھے۔ لہذا جب اُنھیں عیسائی پادریوں سے تبادلہ خیالات کا موقع ملا جن کے یہاں اپنی مذہبی تعلیم کے علاوہ یونانی علم وحکمت

کے کچھ مبادی کی تعلیم کا بھی رواج تھا تو موخر الذکر کی دل کشی سے مسحور و متاثر ہو کر نام نہاد علم و عرفان کے اُس سر چشمہ کی جستجو میں لگ گئے جس کا نام یونانی فلسفہ و حکمت ہے۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے:-

"ثم جاء الله بالاسلام ... وابتدأ امرهم بالسذاجة .... حتی ... تشوقوا الی الاطلاع علی هذه العلوم الحکمیة بما سمعوا من الاساقفة والاقسة المعاهدین بعض ذکر فیها وبما تسمو الیه افکار الانسان

پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مبعوث فرمایا.... اسلامی ثقافت کا آغاز بڑی سادگی سے ہوا.. ..مگر.... پھر اہلِ اسلام کو علومِ حکمیہ پر واقفیت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا کیوں کہ انھوں نے اہلِ ذمہ ساقفہ اور قسیسوں سے اس کا کچھ ذکر سنا تھا جس کی وجہ سے انسانی فکر اس کی طرف راغب ہو گئی۔

خلافت راشدہ کے دور میں تفلسف پسندی

اس قسم کے "اعجاب" و اشتیاق کا قدیم ترین واقعہ جس کا ذکر تاریخ میں محفوظ ہے خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں پیش آیا۔ یہ معاملہ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص کے ساتھ ہوا کیوں کہ جو مقامی علما[1] حضرت عمرو بن عاص کو اس فتح کی مبارک باد دینے آئے اُن میں ابن القفطی نے "یحییٰ النحوی" کو بھی بتایا ہے جس کی حکمت و دانش کی باتوں سے وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے

"دخل علی عمرو وقد عرف موضعه من العلم واعتقاده وما جری له مع النصاری فاکرمه عمرو ورای له موضعا وسمع کلامه فی ابطال التثلیث فاعجبه وسمع کلامه ایضا فی انقضاء الدهر ففتن به وشاهد من حججه المنطقیة وسمع من الفاظه الفلسفیة

وہ فلسفی حضرت عمرو بن عاص کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عمرو بن عاص علم و فضل میں اُس کا مقام جانتے تھے، اُس کے عقائد سے بھی واقف تھے اور عیسائیوں کے ساتھ اُس کا جو معاملہ گذرا تھا، اُس کی بھی اُنھیں اطلاع تھی لہٰذا اُنھوں نے اُس کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی اور اُسے

التی لم تکن للعرب بھا انسہ من حالہ وکان عمرو عاقلاً حسن الاستماع صحیح الفکر فلازمہ وکان لا یکاد یفارقہ "

تقرب سے نوازا اُس نے عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا جو رد کیا تھا وہ تقریر سنی جو اُنھیں بہت اچھی لگی۔ دہر و زمانہ کے انقضاء وانقطاع کے بارے میں اُس کا کلام سنا۔ لہذا وہ اس کے مفتون و شیدا ہو گئے اس کی منطقی دلیلیں اور فلسفیانہ گفتگو کو دیکھا جن سے عرب مانوس نہیں تھے۔ اس سے وہ بہت زیادہ مرعوب ہوئے عمرو بن عاص یوں بھی بڑے عقلمند و دانا تھے دوسروں کی بات کو اچھی طرح سننے والے اور اچھی اور صحیح بات سوچنے والے تھے اُنھوں نے اُسے اپنے ساتھ رکھ لیا اور اُسے کسی طرح اپنے سے جدا نہ کرتے۔

اگرچہ ابن القفطی نے کسی مجہول الحال فلسفی سے حضرت عمرو بن عاص کی ملاقات کی اہمیت بڑھانے کے لئے اس کا نام "یحییٰ النحوی" بتایا ہے (کیونکہ حقیقی یحییٰ النحوی تو فتح مصر سے کوئی چالیس سال پہلے ہی انتقال کر چکا تھا) مگر اس حکایت سے اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی علم و حکمت کے ساتھ مسلمان اکابر کا اعتنا اور اُن کا اُس کے ساتھ "اعجاب" صدر اسلام ہی سے شروع ہو گیا تھا۔

اموی خلافت کا زمانہ اور یونانی فلسفہ کے ساتھ اعتنا غرض جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے یونانی فلسفہ و حکمت کے ساتھ مسلمانوں کو ابتدائے اسلام ہی سے اعتنا ہونے لگا تھا مگر اس کی باقاعدہ ابتدا اموی خاندان کے خلیفہ عبدالملک بن مروان (۶۵ - ۸۶ھ) کے عہدِ حکومت میں ہوئی جب کہ یزید بن معاویہ کے بیٹے خالد نے جو یونانی علم و حکمت کے ساتھ

اپنے رغبت وانہماک کی بنا پر "حکیم آلِ مروان" کہلاتا تھا، یونانی اور قبطی زبانوں سے کیمیا کے علاوہ نجوم اور طب کی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کرائیں چنانچہ ابن الندیم جس کی تاریخ علوم بالخصوص اسلام میں علوم عقلیہ (یا فلسفہ وحکمت) کے آغاز وارتقا پر بڑی گہری نظر تھی، لکھتا ہے :۔

کان خالد بن یزید بن معاویہ یسمی حکیم آل مروان .. خطر بباله الصنعة فامر باحضار جماعة من فلاسفة الیونانیین ..... وامرهم بنقل الکتب فی الصنعة من اللسان الیونانی والقبطی الی العربی۔ وهذا اول نقل کان فی الاسلام من لغة الی لغة "	خالد بن یزید بن معاویہ "حکیم آلِ مروان" کے نام سے مشہور تھا ..... اُس کے دل میں کیمیاگری اور ہوس کا خیال آیا لہٰذا اُس نے یونانی فلاسفہ کی ایک جماعت کو حاضر کرنے کا حکم دیا .... اور اُنھیں حکم دیا کہ یونانی اور قبطی زبانوں سے کیمیا کی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کریں ۔ اور یہ اسلام کی تاریخ میں پہلا موقعہ تھا کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کا کام ہوا ۔

اس سے کچھ پہلے ایک رومی طبیب اہرن القس نے بعہدِ مروان سریانی زبان میں یونانی طب کی ایک "کناش" لکھی تھی اور خالد بن یزید کے کچھ ہی بعد ایک دوسرے یہودی طبیب ماسرجویہ نے اس طبی کناش کا کچھ ابواب کے اضافہ کے ساتھ عربی میں ترجمہ کیا۔ پہلی صدی ہجری کے سرے پر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس ترجمہ کو سرکاری کتب خانہ سے نکال کر محض نفع رسانی خلق کے لئے شائع کرایا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہی کے زمانہ میں ایک اور واقعہ رونما ہوا۔ یہ اسکندریہ کے مدرسہ فلسفہ کا جس نے مسیحی تعصب وتنگ نظری کے باوجود کسی نہ کسی طرح اس شہر میں اپنے وجود کو باقی رکھا، اسکندریہ سے انطاکیہ میں منتقل تھا۔ اسلامی سماج کی تشقیقت ذہنی پہلس

کا کوئی فوری اثر تو مترتب نہ ہو سکا، لیکن بعد میں یہی منتقلی اس باب میں دور رس نتائج کی حامل ثابت ہوئی، کیوں کہ کوئی ڈیڑھ صدی بعد یہ مدرسہ پہلے انطاکیہ سے حران میں اور اُس کے کوئی نصف صدی بعد حران سے آخر کار سرکاری مخالفت کے باوجود بغداد میں داخل ہوا۔ مگر اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

عبدالملک بن مروان کے عہدِ حکومت کے ایک اور واقعہ نے اس تحریک کے لئے مزید راہ ہموار کر دی۔ اس سے پہلے مغربی صوبوں کا دیوانِ کتابت رومی زبان میں اور مشرقی صوبوں کا فارسی زبان میں رکھا جاتا تھا۔ مگر بعض وجوہ سے اس کی زبان عربی کرائی گئی۔ اس سے فلسفہ و حکمت کے دقیق مسائل کی کما حقہ ادائیگی کے لئے عربی زبان کی صلاحیت متحقق ہو گئی۔

اس سلسلے میں اہم خدمات مجوسی کتاب نے انجام دیں۔ یہ لوگ ہمیشہ سے تثقیفِ ذہنی کے لئے حقیقی یا مزعومہ یونانی فلسفہ سے استفادہ کرتے رہے تھے۔ جب تک دیوانِ کتابت کی زبان پہلوی رہی، وہ ان نام نہاد یونانی فلسفہ کے تراجم پہلوی زبان میں پڑھتے رہے مگر عربی ہو گئی تو ان لوگوں نے انھیں عربی میں ترجمہ کر ڈالا چنانچہ ابن الندیم لکھتا ہے:۔

وقد كانت الفرس نقلت فى القديم شيئاً من كتب المنطق والطب الى اللغة الفارسية فنقل ذلك الى العربي عبدالله بن المقفع وغيره	قدیم زمانہ میں ایرانیوں نے منطق اور طب کی کچھ کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ لہذا ان فارسی تراجم کا عبداللہ بن المقفع وغیرہ نے عربی میں ترجمہ کیا۔

اس طرح جو حقیقی یا مزعومہ یونانی فلسفہ کی کتابیں ترجمہ ہوئیں انھوں نے دوسری صدی کی اسلامی (بالخصوص کلامی) فکر پر دور رس اثرات ڈالے جیسا کہ شہاب الدین سہروردی مقتول سے ملا صدرا نے "الاسفار الاربعہ" میں نقل کیا ہے:۔

"وقع بايديهم ما نقله جماعة فى عهد بنى أمية من كتب اسامیها یشبه	ان کو کچھ ایسی کتابیں ملیں جن کا بنی اُمیہ کے عہد حکومت میں ایک جماعت نے ایسی کتابوں سے

اسامی الفلاسفة ۔ فظن القوم ان کل اسم یونانی هو اسم فیلسوف فوجدوا فیها کلمات استحسنوها وذهبوا الیها وفرعوها رغبة فی الفلسفة ۔

ترجمہ کیا تھا جن کے نام فلاسفہ کے نام کے مشابہ تھے ۔ لہٰذا ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ہر یونانی نام کسی فلسفی کا نام ہوتا ہے ۔ ان کتابوں میں انھیں کچھ ایسے کلمات (ابحاث) ملے جنھیں انھوں نے مستحسن سمجھا، انھیں اپنا مذہب و موقف بنا لیا اور فلسفہ سے فرطِ رغبت و میلان کی بنا پر اُن ابحاث کی مزید تفریع کی ۔

بدقسمتی سے تاریخ نے اس علمی وفکری سرگرمی کی پوری تفصیل محفوظ نہیں رکھی البتہ ابن الندیم نے اموی عہد کے بعض ادبا رکتاب کی تصانیف کا ضرور ذکر کیا ہے ۔ مگر ان کے عنوانوں سے ان کے موضوع کا پتہ نہیں چل سکتا ۔ لیکن ایک کتاب کے متعلق اُس نے تصریح کی ہے کہ یہ ارسطو کے ان خطوط کا مجموعہ تھی جو اُس نے سکندر کو لکھے تھے اس کتاب کا مترجم خلیفہ ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ - ۱۲۵ھ) کا کاتب سالم بن العلاء تھا جو مشہور اُموی کاتب عبدالحمید کا خسر یا داماد (ختن) تھا ۔ ابن الندیم کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-

" سالم ویکنی ابا العلاء کاتب هشام بن عبد الملک وکان احد الفصحاء وقد نقل من رسائل ارسطاطالیس الی الاسکندر "

سالم جس کی کنیت ابوالعلاء تھی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا کاتب تھا ۔ اپنے زمانہ کے مشہور فصحاء میں سے تھا ۔ ارسطو نے سکندر کو جو خطوط لکھے تھے اُن کا اُس نے عربی میں ترجمہ کیا ۔

اسی زمانہ میں مزعومہ یونانی الاصل نجوم کا رواج بڑھتا جا رہا تھا اور شاید اس فن کی بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں ۔ ان میں ایک کتاب افسانوی دانا تے علوم ہرمس (HERMES) کی طرف منسوب ہے اس کتاب کا ایک نسخہ بقول نلینو آج بھی ملانو کے کتب خانہ میں محفوظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ترجمہ ۱۲۵ھ میں ہوا تھا ۔

خالص یونانی منطق اور رسمی فلسفہ کی مستند بالخصوص ارسطاطالیسی تصانیف کے ضمن میں کسی کتاب کے ترجمہ کا اموی عہد میں کوئی پتہ نہیں چلتا۔ لیکن قاضی صاعد اندلسی نے ارسطاطالیسی منطق کے ترجمہ کی ابتداء کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اُس سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ عباسی عہد سے پہلے ارسطاطالیسی منطق میں سے "قاطیغوریاس" (CATEGORIES) یا شاید فرفوریوس کی "ایساغوجی" کا ترجمہ ہو چکا تھا۔ مزید تفصیل آگے آرہی ہے اس مختصر سے جائزے سے واضح ہو گیا ہوگا کہ یونانی فلسفہ و حکمت کے ساتھ مسلمانوں کا اعتناء عباسیوں سے کہیں پہلے شروع ہو چکا تھا اور امویوں کے عہد میں تو اُس کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ بھی ہو چکا تھا۔

عباسی خلافت کا آغاز اور یونانی فلسفہ کے ساتھ مسلمانوں کا انہماک ۱۳۲ھ میں ایک سیاسی انقلاب رونما ہوا جس کے نتیجہ میں امویوں کا زوال ہوا اور عباسی خاندان برسر اقتدار آیا۔ بظاہر یہ دو خاندانوں کی کشمکش تھی لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ "عرب کے سوز دروں" اور "عجم کے حسن طبیعت" کا معرکہ تھا جس میں موخرالذکر کی فتح ہوئی۔ عباسی ایرانیوں کی مدد سے برسر اقتدار آتے تھے، لہذا انھوں نے اُن کے باب میں نرم تر رویہ اپنایا اور کاروبار سلطنت کی تنظیم جدید انھیں کے مشورے سے کی۔ پہلی پالیسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ احیائیت پسند REVIVALISTS عناصر نے اپنے قومی مذہب کے احیاء کے لئے فلسفہ کا سہارا لیا۔ اس طرح زندقہ کی تحریک کو ہوا ملی۔ دوسری پالیسی کے نتیجہ میں انھوں نے علم و حکمت بالخصوص فلسفیانہ علوم کے ماہرین کو اپنے تقرب خصوصی سے نوازا۔

اس "فلسفہ نوازی" یا "حکمت پژوہی" کا آغاز دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے کیا جیسا کہ قاضی صاعد نے لکھا ہے:۔

فکان اول من عنی منھم بالعلوم الخلیفۃ الثانی ابوجعفر المنصور...	خلفاء عباسیہ میں سے پہلا خلیفہ جس نے علوم حکمیہ کے ساتھ اعتناء کیا وہ دوسرا خلیفہ

فکان رحمہ اللہ تعالیٰ مع براعتہ فی الفقہ وتقدمہ فی علم الفلسفۃ ... کلفاً بھا وباھلھا۔	ابوجعفر منصور تھا۔ اللہ اُس پر رحمت نازل فرمائے جہاں اُسے فقہ میں دستگاہ عالی اور فلسفہ میں تقدم و پیشوائی حاصل تھی..... وہیں وہ ان علوم کا شائق اور اُن کے ماہرین کا قدردان تھا۔

لہٰذا اُس کے عہدِ خلافت میں مختلف علوم حکمیہ کی ترقی ہوئی۔ مگر اس کی تفصیل سے پیشتر اسلامی فکر میں "فلسفہ و حکمت" کا جو مصداق رہا ہے اُس کے دائرۂ عمل کو متعین کر لینا مستحسن ہوگا۔

آج سائنس بالخصوص (Exact Sciences) اور فلسفہ یا (Speculative Sciences) میں بنیادی طور پر تفریق کی جاتی ہے مگر یونانی۔ اسلامی فلسفہ میں جملہ علوم عقلیہ فلسفہ و حکمت ہی کے تحت آتے تھے۔ "حکمت" کی دو قسمیں تھیں:۔ حکمت نظری اور حکمت عملی۔ اول الذکر کی تین قسمیں تھیں:۔الٰہیات (یا مابعد الطبیعیات)، ریاضیات اور طبیعیات۔ ثانی الذکر یا حکمتِ عملی کی بھی تین قسمیں تھیں:۔ علم الاخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدن۔ پھر ان اقسام کی ذیلی اقسام تھیں، کچھ اصول اور کچھ فروع، چنانچہ نجوم اور طب طبیعیات کے فروع تھے۔ منطق بھی حکمت نظری کی ذیلی اقسام میں محسوب ہوتا تھا۔

بہرحال منصور کے عہدِ خلافت میں ان مختلف علوم میں سے اکثر کی ترقی ہوئی جس کا مختصر گوشوارہ حسب ذیل ہے:۔

<u>ریاضی و طبیعیات</u> منصور نے سب سے پہلے (اپنے پرپوتے مامون الرشید سے کوئی ساٹھ ستر سال پیشتر) قیصر روم کو لکھا کہ ریاضی و ہیئت کی کتابیں عربی میں ترجمہ کراکر بھیج دے چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے:۔

"فبعث ابوجعفر المنصور الی ملک الروم	پس خلیفہ ابوجعفر منصور نے بادشاہ روم کو پیغام

ان یبعث الیه بکتب التعالیم مترجمة فبعث الیه بکتاب اوقلیدس و بعض کتب الطبعیات فقراءها المسلمون واطلعوا علی ما فیها"

بھیجا کر اُس کے ملک میں جو ریاضی (MATHEMATICS) کی کتابیں ہیں، اُنھیں ترجمہ کرا کر اُسے بھیج دے۔ پس قیصر نے اُسے اُقلیدس کی کتاب الاصول اور کچھ طبعیات کی کتابیں بھیجیں جنھیں مسلمانوں نے پڑھا اور اُن کے مضامین پر مطلع ہوئے۔

ان کتابوں کو پڑھ کر باقی کتابوں کے بارے میں مسلمان فضلاء کا شوقِ بے پایاں اور بڑھ گیا چنانچہ ابن خلدون اس کے بعد لکھتا ہے:-

وازدادوحرصا علی الظفر بما بقی منها

اس سے اُن کا شوق (حرص) اُن کتابوں کے حاصل کرنے کے لئے اور بڑھ گیا جو اُن میں سے وہاں ملک روم میں باقی رہ گئی تھیں۔

منطق | منصور ہی کے زمانہ میں ارسطا طالیسی منطق کی پہلی تین کتابوں قاطیغوریاس (CATEGORIES) باری ارمنیاس (PARI HERMENETICAE) اور انالوطیقائے اولیٰ (ANALYTICAE PRIOR) نیز فوفوریوس کی "ایساغوجی" کا عربی میں ترجمہ ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے صرف پہلی کتاب ہی کا ترجمہ ہوا تھا۔ یہ ترجمہ ابن المقفع نے کیا۔ قاضی صاعد نے لکھا ہے:-

" فاما المنطق فاول من اشتهر به فی هذه الدولة عبد الله بن المقفع الخطیب الفارسی کاتب ابی جعفر المنصور فانه ترجم کتب ارسطا طالیس المنطقیة الثلاثة فی صورة المنطق وهی کتاب قاطاغوریاس وکتاب باری ارمینیاس وکتاب انولوطیقا . . . . وترجم ذلك المدخل

رہا منطق تو اس (عباسی) خاندان کے زمانہ میں پہلا شخص جو اس کے ساتھ اعتناء کے لئے مشہور ہوا عبداللہ بن المقفع تھا جو ایرانی خطیب اور خلیفہ، ابوجعفر منصور کا کاتب تھا۔ اُس نے ارسطا طالیسی منطق کی (پہلی) تین کتابوں کو جو منطق کی صورت پر ہیں ترجمہ کیا۔ وہ کتابیں قاطیغوریاس باری ارمینیاس اور انالوطیقائے اولی تھیں . .

الی کتاب المنطق المعروف بالایساغوجی نیز اُس نے منطقی کتابوں کے اُس تعارف کا بھی عربی میں ترجمہ کیا جو "ایساغوجی" کے نام سے مشہور ہے۔

ہیئت منصور کے دربار میں فلکیات و ہیئت کے بڑے بڑے ماہرین موجود تھے جیسے فزاری، یعقوب بن طارق، ماشاء اللہ وغیرہ۔ نجوم و ہیئت کے ساتھ منصور کے اعتناء کے قصے ہندوستان تک پہنچ گئے اور وہاں کے ماہرین علم ہیئت کا ایک وفد ۱۵۶ھ (یا بقول البیرونی ۱۵۲ھ) میں "سدھانت" کا ایک نسخہ لے کر دربارِ خلافت میں پہنچا جس کا خلیفہ کے حکم سے الفزاری (نیز یعقوب بن طارق) نے عربی میں آزاد ترجمہ کیا جو مامون الرشید کے زمانہ تک "السند ہند الکبیر" کے نام سے مسلمان ہیئت دانوں کا معمول بہ رہا۔

طب ۱۴۸ھ میں منصور کے علاج کے لئے جندی سابور کے مدرسہ طبیہ کا سربراہ جورجیس بلایا گیا۔ علاج معالجہ کے علاوہ جورجیس نے منصور کے حکم سے طب کی بہت سی کتابوں کا عربی میں ترجمہ بھی کیا۔ ابن ابی اُصیبعہ اُس کے بارے میں لکھتا ہے :-

"جورجیس .... خدم بصناعة الطب المنصور .... وقد نقل للمنصور کتبا کثیرة من کتب الیونانیین الی العربی"

جورجیس .... اس طبیب نے علم طب کے ذریعہ خلیفہ ابوجعفر منصور کی خدمت کی اور منصور کے واسطے بہت سی یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

غرض فلسفہ و حکمت کی اکثر شاخوں کا منصور ہی کے زمانہ سے مسلمانوں میں رواج بڑھنے لگا بالخصوص منطق کا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے متبعین میں منطق و حکمت کے ساتھ غیر معمولی اعتناء دیکھا تو آپ نے فرمایا

"ان الناس لایزال بھم المنطق حتی یتکلموا فی اللہ فاذا سمعتم ذلک قولوا لا الہ الا الواحد الذی لیس کمثلہ شیء"

لوگ منطق میں مشغول رہنے لگے ہیں یہاں تک کہ ذات باری تعالیٰ کے اندر بھی قیل و قال کرتے ہیں۔ پس جب ایسی گفتگو سنو تو کہہ دیا کرو نہیں کوئی

معبود سوائے اُس اکیلے خدا کے جس کے مانند کوئی

چیز نہیں۔

منصور نے ۱۵۸ھ میں وفات پائی اور اُس کا جانشین اُس کا بیٹا مہدی ہوا۔ اُس کے زمانہ میں زندقہ نے خطرناک شکل اختیار کرلی اور اس کی اصلاح کے لئے مہدی نے متکلمین سے اس کے رد میں کتابیں لکھوائیں۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

زندقہ کے استیصال کے علاوہ مہدی نے فلسفہ وحکمت کی ترقی میں بھی تعمیری کردار انجام دیا۔ اُس نے اپنے دیوانِ کتابت کے کاتب ابونوح نصرانی سے ارسطاطالیسی منطق کی پانچویں کتاب "طوبیقا" (TOPICAE) یا جدل کا عربی میں ترجمہ کرایا۔ ابونوح نے ارسطاطالیسی منطق کی پہلی تین کتابوں کا (جن کا ابن المقفع نے پہلوی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا) از سرِ نو سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔

مہدی کے زمانہ میں بھی منجمین دربار کی زینت بنے رہے جن کا پیشوا اور سربراہ تھیوفیل الرہاوی تھا۔

مہدی کے بعد پہلے ہادی اور سال بھر بعد ہارون خلیفہ ہوئے۔ ہارون کو بقول ابن الاثیر جدل وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اُس کا وزیر یحییٰ بن خالد برمکی علوم حکمیہ کا والہ وشیدا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ ہارون کے عہدِ خلافت کا نصف اول برمکی خاندان کی علم دوستی و علماء نوازی کا درخشاں دور ہے۔ خود رو رحِ عصر یونانی علم وحکمت کے احیاء و ترقی پر مائل تھی چنانچہ ہارون نے "خزانۃ الحکمۃ" کے نام سے ایک لائبریری کی بنیاد ڈالی جو قدیم ایرانی لائبریریوں کے انداز پر قایم کی گئی اور اس کی سربراہی اُس نے ایک ایرانی فضل بن نوبخت کو تفویض کی۔ بعد میں اس کا سربراہ سلما کو مقرر کیا جس کا عہدہ "صاحب بیت الحکمۃ" بعد میں اُس کے نام کا جزء بن گیا۔ عہدِ ہارونی کی علمی سرگرمیوں یا برمکی خاندان کی تربیت علم وفضل کا مختصر گوشوارہ حسب ذیل ہے۔

رياضی وہندسہ: اُصولِ اقلیدس کا پہلا ترجمہ منصور کے زمانہ میں ہوا تھا۔ مگر ہارون کے عہد میں

یحییٰ بن خالد برمکی کے ایما سے حجاج بن یوسف بن مطر نے از سرِ نو اس کتاب کا ترجمہ کیا۔ اگلی صدی میں حجاج نے دوبارہ اس کا ترجمہ ہارون کے بیٹے مامون کے لئے کیا۔ لہٰذا پہلا ترجمہ نقل ہارونی اور دوسرا نقل مامونی کہلایا۔

علم الہیئت | یحییٰ بن خالد بن برمک ہی کے اعتنا و ایما سے یونانی علم ہیئت کی مشہور کتاب "المجسطی" کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ المجسطی کے ترجمے تو اس زمانہ میں بہت سے ہوئے مگر یحییٰ کو پسند نہیں آتے۔ لہٰذا اُس نے ابو حسان اور سلما صاحب بیت الحکمہ سے اس کا ترجمہ کرایا۔ اُقلیدس کے مترجم حجاج بن یوسف نے بھی المجسطی کا ترجمہ کیا۔ ابن الندیم نے لکھا ہے

"الکلام علی کتاب المجسطی ...... اول من عنی بتفسیرہ واخراجہ الی العربی یحیی بن خالد بن برمک ففسرہ لہ جماعۃ فلم یتقنوہ ولم یرض ذلک۔ فندب لتفسیرہ اباحسان وسلم صاحب بیت الحکمۃ فاتقناہ واجتہدا فی تصحیحہ ... وقد قیل ان الحجاج بن مطر نقلہ ایضا

کتاب المجسطی پر کلام ..... پہلا شخص جس نے اُس کی شرح و تفسیر اور اُس کے عربی میں ترجمہ کرانے کی طرف توجہ کی وہ یحییٰ بن خالد برمکی تھا۔ ایک جماعت نے اُس کی فرمائش پر اُس کی تفسیر کی مگر اُنھوں نے اچھی طرح شرح و تفسیر نہیں کی اور اس سے یحییٰ بن خالد مطمئن نہیں ہوا، لہٰذا اُس نے اس کی شرح و تفسیر کے لئے ابو حسان اور سلما صاحب بیت الحکمۃ کو مامور کیا انھوں نے باحسن وجوہ اس کام کو انجام دیا اور اس کی تصحیح میں کوشش فراواں کی۔ . . . . یہ بھی کہا گیا ہے کہ حجاج بن مطر نے بھی اس کا ترجمہ کیا تھا۔

عام طور پر مشہور ہے کہ عہدِ اسلام کی پہلی رصدگاہ مامون الرشید نے ۲۱۵ھ کے قریب بغداد میں قائم کرائی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سے کوئی چالیس سال پہلے یحییٰ بن خالد برمکی کے ایما سے شہر جندی سابور میں احمد بن محمد النہاوندی کی سربراہی میں پہلی مسلم رصدگاہ قائم ہوئی تھی

کی دریافتوں کو "الزیج المشتمل" میں قلمبند کیا گیا۔ ابن یونس "الزیج الکبیر" میں لکھتا ہے :-

"ولا اعلم بین رصد بطلیموس وبین رصد اصحاب الممتحن رصداً الا رصد احمد بن محمد النہاوندی الحاسب عمل بجندی سابور فی ایام یحیی بن خالد بن برمک فانہ رصد واثبتھا فی زیج المسماۃ المشتمل"	میں بطلیموس کی رصد اور اصحاب ممتحن کی رصد (رصد مامونی) کے درمیان اور کسی رصد کو نہیں جانتا سوائے احمد بن محمد نہاوندی حاسب کی رصد کے جو یحییٰ بن خالد برمکی کے زمانہ میں شہر جندی سابور میں قائم تھی - نہاوندی نے وہاں فلکیاتی مشاہدات کئے تھے اور اُنھیں "زیج مشتمل" میں قلمبند کیا تھا -

طب ہارون کے دربار میں اطبائے حاذقین کی ایک کثیر تعداد تھی جن میں دو طبیب خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں : جبرئیل بن بختیشوع جس کی حذاقت طبی سے متاثر ہو کر ہارون نے اُسے دربار کا رئیس الاطباء مقرر کیا تھا اور دوسرا یوحنا بن ماسویہ جو طب کے علاوہ منطق اور دیگر علوم متداولہ کا بہت بڑا فاضل تھا۔ جبرئیل نے فنِ طب میں متعدد کتابیں لکھی تھیں مگر یوحنا بن ماسویہ ایک کثیر التصانیف مصنف تھا۔ ابن ابی اُصیبعہ نے فنِ طب میں اُس کی کوئی پنیتالیس کتابیں گنائی ہیں جن میں سے "کتاب الکمال والتمام" کا حوالہ رازی بار بار اپنی کتاب الحاوی میں دیتا ہے۔

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ قدیم زمانہ میں ریاضی وہیئت اور طب ونجوم فلسفہ ہی کا جزء محسوب ہوتے تھے اس لئے عہدِ ہارونی میں ان علوم (ریاضی وہیئت اور طب وغیرہ) کے ساتھ اعتنا فلسفہ وحکمت کی ترقی ہی کے مترادف تھا۔ مگر خالص منطق وفلسفہ میں بھی ہارون کے عہد خلافت میں کوئی غیر اہم ترقی نہیں ہوئی۔

منطق ارسطاطالیسی منطق کی پہلی تین کتابوں اور "ایساغوجی" کا ترجمہ پہلی مرتبہ عبداللہ بن المقفع نے (بعہد منصور) اور دوسری مرتبہ ابو نوح کاتب نصرانی نے (بعہد مہدی) کیا ہارون کے عہد

یا تیسری مرتبہ اس کا ترجمہ ہوا۔ یہ ترجمہ سلما صاحب بیت الحکمۃ نے غالباً براہ راست یونانی سے کیا تھا۔

طب اور فلسفہ میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ عہد ہارون کے دونوں مشہور طبیب بھی منطق میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ یوحنا ابن ماسویہ کی علمی مجلس میں دیگر علوم کے علاوہ منطق کے ابحاث کا بھی چرچا رہتا تھا۔ جبرئیل کی مصنفات میں ابن ابی اصیبعہ نے طب کے علاوہ منطق کی ایک کتاب کا بھی بعنوان "کتاب فی المنطق" ذکر کیا ہے۔ جالینوس نے منطق میں "کتاب البرہان" لکھی تھی۔ جبرئیل ہی کے ایما سے مترجم ایوب نے قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں اُسے تلاش کیا اور اُس کے متعدد مقالوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

فلسفہ مسلمانوں میں فلسفہ سے مراد ارسطو کا فلسفہ ہوتا تھا اور اُس کی بیشتر فلسفیانہ تصانیف چار شعبوں میں تقسیم کی جاتی تھیں:۔ منطق، طبیعیات، الہیات اور اخلاقیات۔ منطق میں اس کی آٹھ کتابیں تھیں جن میں سے صرف پہلی تین کتابوں کا ترجمہ ہوا (تفصیل اوپر مذکور ہوئی) بقیہ پانچ کتابیں پانچ سو سال سے ممنوع التعلیم تھیں اور ہارون کے بعد سوا سو سال تک بھی ممنوع التعلیم (یا بقول فارابی "الجزء الذی لا یقرأ") بنی رہیں۔ مامون اور اُس کے جانشینوں کے زمانہ میں بھی اُن کے ساتھ تعرض نہیں کیا گیا۔ اُس کے کوئی سو سال بعد فارابی نے اس رسم قدیم کے خلاف بغاوت کی۔

طبیعیات میں بقول ابن الندیم ارسطو کی سات کتابیں متداول تھیں اور شاید ان کا عہد ہارونی میں ترجمہ بھی ہوا تھا۔ اور کتابوں کے متعلق تو تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا، مگر ارسطا طالیسی طبیعیات کی "کتاب السماع الطبیعی" کا ہارون کے عہد میں (برامکہ کی زیر سرپرستی) سلام الابرش نے ترجمہ کیا تھا چنانچہ ابن القفطی اُسے قدیم مترجمین کے گروہ میں شمار کرتا ہے اور اُس کے اس ترجمہ کے بارے میں لکھتا ہے:۔

سلام الابرش من النقلۃ القدماء — سلام الابرش قدیم ترجموں میں سے تھا۔ وہ برامکہ

فی ایام البرامکہ ویوجد بنقل السماع الطبیعی "

کے عہد میں تھا۔ اُس کی ترجمہ کی ہوئی کتابوں میں سے "سماع طبیعی" (PHYSICE) پائی جاتی ہے

اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اُس نے یا اور کسی مترجم نے اور بھی کتابوں کا ترجمہ کیا ہو اور اتنا تو یقینی ہے کہ ارسطاطالیسی فلسفہ وحکمت کے اُس زمانہ میں اور بھی مترجم تھے جو حنین اور بعد کے مترجمین سے امتیاز کے لئے "النقلۃ القدماء" کہے جاتے تھے

الٰہیات میں ارسطو کی "مابعد الطبیعیات" (METAPHYAICS) کا بھی ترجمہ ہو چکا تھا اور شائقینِ فلسفہ کے علاوہ متکلمین کے حلقوں میں بھی اس کے ساتھ اعتنا کیا جاتا تھا کیونکہ یہ کتاب ارسطاطالیسی عبقریت کا شاہکار سمجھی جاتی تھی اور اتنی مشکل اور مغلق تھی کہ شیخ بو علی سینا بھی اپنی غیر معمولی ذہانت کے باوجود چالیس مرتبہ پڑھنے کے بعد بھی اسے نہ سمجھ سکا تھا۔

بہرحال ہارون کے عہد (برامکہ کے زمانہ) میں یہ کتاب اپنے اغلاق وغموض کے لئے ضرب المثل تھی۔ چنانچہ مرتضیٰ زبیدی نے مشہور معتزلی متکلم "نظام" کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وزیر جعفر بن یحییٰ برمکی ارسطو کی تعریف کر رہا تھا کہ نظام نے کہا: رہنے دیجئے، میں تو اُس کی تردید بھی لکھ چکا ہوں۔ جعفر نے کہا: تردید تو تم کیا لکھو گے، تم تو اسے پڑھ بھی نہیں سکتے۔ نظام نے کہا: کہو اول سے آخر تک پڑھ کر سنا دوں اور کہو تو آخر سے اول تک۔ بہرحال نظام نے اُسے فرفر سنا دیا۔ اور یہی نہیں بلکہ اس وثوق و اعتماد کے ساتھ وہ اس کا رد بھی کرتا جاتا تھا کہ جعفر حیرت میں رہ گیا۔ مرتضیٰ زبیدی کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وذکر جعفر بن یحییٰ البرمکی ارسطاطالیس فقال النظام قد نقضت علیہ کتابہ۔ فقال جعفر کیف وانت لا تحسن ان تقرأہ۔ فقال ایما احب الیک ان اقرأہ من اولہ الی آخرہ ام من آخرہ الی

جعفر بن یحییٰ برمکی (ایک محفل میں) ارسطو کا ذکر کر رہا تھا۔ اس پر نظام نے کہا میں تو اُس کی کتاب (کتاب الحروف یا مابعد الطبیعیات) کا رد لکھ چکا ہوں۔ اس پر جعفر نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے تم تو ڈھنگ سے اُسے پڑھ بھی نہیں سکتے۔

اوله فاند حج يذكر شيئاً فشيئاً وينقص عليه - فتعجب منه جعفر" (كتاب منية الامل صفحه)

نظام نے جواب دیا آپ کیا چاہتے ہیں اُسے شروع سے آخر تک پڑھ کر سناؤں یا آخر سے ابتدا تک پھر وہ تھوڑا تھوڑا کر کے اُس کتاب کے محتویات کو سنانے لگا اور ساتھ ساتھ اس کی تردید بھی کرتا جاتا تھا۔ اس سے جعفر کو حد درجہ تعجب ہوا۔

ممکن ہے ایک معتزلی تذکرہ نگار نے اپنے فرقہ کے ایک عالم کی تعریف میں مبالغہ واطراء سے کام لیا ہو لیکن اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ برامکہ کے زمانہ میں یہ کتاب ترجمہ ہو چکی تھی اور اعلیٰ علمی حلقوں میں متداول تھی۔

برامکہ ہی کے زمانہ میں وہ پراسرار شخصیت تھی جو عالمی کیمیا کی تاریخ میں "جابر بن حیان" کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ اُس کی پراسرار شخصیت کی بنا پر قدیم زمانہ میں کچھ لوگوں کو اُس کے بارے میں شک تھا، مگر ابن الندیم نے اس شک کو یہ کہہ کر رفع کر دیا ہے۔

وانا اقول .... والرجل له حقيقة وامره اظهر واشهر وتصنيفاته اعظم واكثر (الفهرست صفحه)

میں کہتا ہوں .... اس شخص جابر بن حیان کی حقیقت ہے (وہ تاریخی شخصیت ہے افسانوی نہیں ہے) اس کا معاملہ ظاہر اور مشہور ہے اور اُس کی تصانیف بڑی عظیم المرتبت اور کثیر التعداد ہیں۔

وہ اُس کے زمانہ کے بارہ میں دو قول نقل کرتا ہے: ایک قول یہ کہ وہ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے عقیدت مندوں میں سے تھا اور دوسرا قول یہ کہ وہ برامکہ کے متوسلین میں سے تھا۔ بہر صورت وہ مامون الرشید سے نصف یا ربع صدی پیشتر تھا۔

جابر بن حیان کیمیا کے علاوہ فلسفہ و حکمت میں بھی کمال رکھتا تھا بلکہ گروہ فلاسفہ تو اُسے اپنے ہی گروہ میں محسوب کرتا تھا۔ ابن الندیم لکھتا ہے۔

زعم قوم من الفلاسفة انه كان منهم

فلاسفہ کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جابر بن

ولہ فی المنطق والفلسفۃ مصنفات۔ (الفہرست صفحہ) — حیان اُنھیں میں سے (ایک فلسفی) تھا اور منطق وفلسفہ میں اُس نے متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں۔

ابن الندیم نے اُس کی مصنفات کی فہرست دیکھی تھی اور وہ اُس کے حوالہ سے نقل کرتا ہے۔

"قال جابر فی کتاب فہرستہ ..... الفت ثلثمائۃ کتاب فی الفلسفۃ" — جابر نے اپنی فہرست مصنفات میں لکھا ہے کہ میں نے فلسفہ میں کوئی تین سو کتابیں لکھی ہیں۔

اور فلسفہ میں اس جابر ابن حیان کو یہ مہارت تامہ حاصل تھی کہ اس میں تبحر حاصل کرنے کے بعد اُس نے اس کی تنقید وتنقیص میں بھی سینکڑوں کتابیں لکھیں جیسا کہ ابن الندیم اُس سے نقل کرتا ہے۔

"ثم الفت بعد ذلک خمسمائۃ کتاب نقضاً علی الفلاسفۃ" — اس کے بعد میں نے فلسفہ کے رد میں کوئی پانچ سو کتابیں لکھیں۔

یہ مختصر جائزہ برامکہ کے زوال پر ختم ہو جاتا ہے۔ اُن کی بربادی سے علمی سرپرستی کی یہ مجلس کچھ عرصہ کے لئے درہم برہم ہو گئی اور فلسفہ وحکمت کے شائقین بیس سال کے لئے خانہ نشین ہو گئے تا آنکہ مامون نے آکر اس تحریک کی تجدید کی۔

ہارون نے ۱۹۳ھ میں وفات پائی اور وصیت نامہ کے مطابق امین اُس کا جانشین ہوا۔ مگر بعد میں دراندازوں کے کہنے میں آکر دوسرے بھائی مامون سے لڑ بیٹھا۔ یہ لڑائی صرف دو بھائیوں کی خانہ جنگی نہ تھی بلکہ "عرب کے سوز دروں" اور "عجم کے حسن طبیعت" کا آخری معرکہ تھا جس میں مقدم الذکر کو بری طرح شکست ہوئی۔

اس طرح اسلامی ثقافت کی تاریخ کا ایک باب ختم ہوا اور دوسرے باب کا افتتاح ہوا۔ مگر اس مختصر جائزے سے (جو اسلامی فکر میں یونانی فلسفہ وحکمت کے آغاز وارتقا کے ایک خاکے سے زیادہ نہیں ہے) اتنا تو واضح ہو گیا ہوگا کہ مامون الرشید کے برسر اقتدار آنے اور فلسفہ وحکمت کی ترقی میں سرکاری وسائل وذرائع کو استعمال کرنے بلکہ خود اُس کی پیدائش سے پہلے ہی، یونانی فلسفہ اسلامی سماج میں کہاں تک دخیل ہو چکا تھا۔ (باقی آئندہ)